OPEN ACCESS
Al-Qālam القلم
P-ISSN: 2071-8683; E-ISSN: 2707-0077
Volume 28, Issue, 2, 2023
http://alqalamjournalpu.com/

امام شافعیؒ کی کتاب "الرسالہ" ایک اختصاصی مطالعہ

A Special Study of Imam Shafi'i's Book 'Al-Risalah

Dr Ghazi Abdul Rehman Qasmi
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan, Pakistan.
Nadia Sardar
MPhil Scholar, Islamic Research Center, Bahauddin Zakariya University, Multan, Pakistan

Abstract

KEYWORDS:

Imam Shafi, Usool-ul-Fiqh, Al-Rasalah, Special study

Date of Publication: 27-12-2023

Imam Shafi (d. 204 AH) was a very knowledgeable personality of his time, who is counted among the four major jurists۔ He founded his school of thought by using both Hanafi and Maliki jurisprudence and authored unique books. He wrote the first official, compiled book on the principles of jurisprudence, which is called Al-Rasalah. In it, he explained the principles of jurisprudence and then explained them with examples and made this knowledge more common. In it, the basic and important discussions related to Usul Fiqh have been explained in great detail and explanation. After this book, this series progressed so much that scholars of different schools of thought took up this art and piled up books. Ever since this book was written, scholars have been busy with it. A special study of this book is presented in the research article under review.

تمہید

امت مسلمہ کی ایک امتیازی شان دوسروں کو اسلام کی تبلیغ اور شریعت اسلامیہ سے شناسائی پیدا کرنا ہے۔ قرآن کریم میں امت محمدیہ ﷺ کو خیر الامم سے مخاطب کیا گیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾[1]

"تم سب امتوں سے بہتر امت ہو جو نکالی گئی لوگوں کے لیے بھلائی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔"

یہی وجہ ہے کہ امت محمدیہ ﷺ میں آپ ﷺ کی وفات کے بعد تحقیق و تفکیر کا کام منقطع نہیں ہوا، ہر دور میں ایسے صاحب علم و فضل لوگ پیدا ہوتے رہے جنہوں نے اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق عصری مسائل کا حل پیش کیا انہی میں ایک نامور فقیہ و علمی شخصیت امام شافعیؒ (م-204ھ) کی ہے۔ آپؒ نے اپنی عقل سلیم و قلب فہیم سے خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے علمی و تحقیقی میدان میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں، آپؒ نے فقہ حنفی اور مالکی دونوں سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے مکتبہ فکر کی بنیاد رکھی اور کتاب الحجۃ (قول قدیم)[2] اور کتاب الام (قول جدید) پر مبنی بے نظیر کتب تصنیف فرمائیں، [3] جنہوں نے عالم اسلام پر گہرے اثرات مرتب کیے اور اصول فقہ پر آپ کی کتاب "الرسالہ" کو جس قدر پذیرائی ملی وہ ناقابل بیان ہے۔ اس میں آپ نے جو فقہی اصول بیان کیے اور پھر ان کی توضیح امثلہ سے کر کے مزید اس علم کو اس قدر عام فہم کر دیا کہ وہ لوگ جو فقہ سے دلچسپی رکھتے تھے مگر فقہی اصولوں سے ناواقفیت کی وجہ سے اظہار رائے کرنے سے ہچکچاتے تھے انہوں نے بھی انہی اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے غور و فکر شروع کیا اور پھر اس کے بعد یہ سلسلہ اس قدر آگے بڑھا کہ مختلف مکاتب فکر کے علماء نے اس فن پر قلم اٹھایا اور کتب کے انبار لگ گئے۔

کتاب "الرسالۃ" کا تعارف

کتاب الرسالۃ اصول فقہ پر پہلی تاریخی، مرتب، مدون، معلوماتی اور بنیادی کتاب ہے۔ جس میں اگرچہ اصول فقہ سے متعلق تمام مباحث کا احاطہ نہیں کیا گیا تاہم اصول فقہ سے متعلق بنیادی اور اہم مباحث بڑی تفصیل اور توضیح سے بیان ہوئے ہیں۔ اور اس میں دفع دخل مقدر کا بھرپور اہتمام ہے اور بعض مقامات پر امام صاحبؒ نے سوال وجواب کی صورت میں مباحث کو بیان کیا ہے جس میں مناظراتی اسلوب بھی دیکھنے کو ملتا ہے مگر اس اسلوب سے علم و تحقیق کی راہیں ہموار ہوتی ہیں اور دل و دماغ کے بند دریچے کھلتے ہیں، طرز استدلال اور طرق استنباط واضح ہو کر سامنے آتا ہے۔ کسی مقام پر بھی انہوں نے ایسا انداز اختیار نہیں کیا جس میں عجب، خود پسندی اور دیگر ائمہ کی

تنقیص مترشح ہو بلکہ دلائل کے ساتھ بیانیہ و تمثیلی انداز میں بڑے سلیقہ کے ساتھ مباحث کو سمیٹا گیا ہے۔ جب سے یہ کتاب لکھی گئی اس وقت سے آج تک اہل علم کا اس سے اشتغال رہا ہے۔

متعدد زبانوں (اردو، انگریزی، فرانسیسی، ترکی اور فارسی غیرہ) میں اس کے تراجم ہو چکے ہیں۔ امام شافعیؒ نے اس کتاب کو کیوں تالیف کیا؟ اس کے سبب تالیف کا یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عبد الرحمن مھدی (م-198ھ) نے امام شافعیؒ سے اس کے لکھنے کی فرمائش کی تھی۔ خطیب بغدادی (م-463ھ) نے باسند لکھا ہے:

> كتب عبد الرحمن ابن مهدي إلى الشافعي وهو شاب أن يضع له كتابا فيه معاني القرآن ويجمع قبول الأخبار فيه وحجة الإجماع وبيان الناسخ والمنسوخ من القرآن والسنة فوضع كتاب الرسالة قال عبد الرحمن بن مهدي ما أصلي صلاة إلا وأنا أدعو للشافعي فيها(4)
>
> "عبد الرحمن مھدی نے امام شافعیؒ کو لکھا وہ اس وقت عالم شباب میں تھے کہ وہ ایک ایسی کتاب لکھیں جس میں معانی قرآن، احادیث کو قبول کرنے کے طرق، اجماع کی حجیت اور قرآن و سنت کے ناسخ و منسوخ کا بیان ہو چنانچہ اس پر امام شافعیؒ نے کتاب الرسالۃ کو تصنیف فرمایا عبد الرحمن بن مہدیؒ کہتے تھے کہ میں ہر نماز کے بعد امام شافعیؒ کے لیے دعا کرتا ہوں۔"

امام شافعیؒ کی اس تصنیف نے بہت جلد اہل علم کی توجہ حاصل کر لی، یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ امام شافعیؒ نے کتاب "الرسالۃ" کو دو مرتبہ تصنیف فرمایا ہے یہی وجہ ہے کہ بعض مصنفین کی کتابوں میں کتاب الرسالۃ القدیمہ و کتاب الرسالۃ الجدیدہ کا بھی ذکر ملتا ہے۔

جیسا کہ امام ابو المظفر السمعانیؒ (م-489ھ) نسخ کی بحث میں لکھتے ہیں:

> وذكر الشافعي رضوان الله عليه في كتاب الرسالة القديمة والجديدة ما يدل على أن نسخ السنة بالقرآن لا يجوز(5)
>
> " اور امام شافعیؒ نے کتاب الرسالہ القدیمہ اور الجدیدہ میں ذکر کیا ہے کہ سنت کا نسخ قرآن کریم سے جائز نہیں ہے۔"

اس سے معلوم ہوا امام شافعیؒ نے کتاب الرسالۃ کو دوبار تحریر کیا تھا۔ امام فخر الدین رازیؒ (م-606ھ) کی رائے بھی یہی ہے وہ لکھتے ہیں:

واعلم أن الشافعي رضي الله عنه قد صنف كتاب الرسالة وهو ببغداد، ولما رجع إلى مصر أعاد تصنيف كتاب الرسالة، وفي كل واحد منهما علم كثير[6]

"امام شافعیؒ نے پہلے کتاب الرسالۃ کو بغداد میں تصنیف فرمایا اور جب مصر تشریف لائے تو پھر دوبارہ اس کو تصنیف فرمایا دونوں کتابوں میں بہت سی علمی باتیں ہیں۔"

شیخ احمد بن محمد شاکرؒ (م-1377ھ) کی تحقیق یہ ہے کہ کتاب "الرسالۃ القدیمہ" مکہ میں اور کتاب "الرسالۃ الجدیدہ" مصر میں لکھی گئی، مگر اس وقت کتاب "الرسالۃ القدیمہ" انقلابات زمانہ کی نذر ہو چکی ہے اور کتاب "الرسالۃ الجدیدہ" ہمارے پاس موجود ہے۔[7]

ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ (م-1431ھ) محاضرات فقہ کے دوسرے خطبہ میں بیان کرتے ہیں:

"الرسالۃ اصول فقہ کے موضوع پر قدیم ترین کتاب ہے امام شافعیؒ سے پہلے کی کوئی باقاعدہ اور مرتب کتاب اصول فقہ کے موضوع پر موجود نہیں ہے اس لیے یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ امام شافعیؒ ہی علم اصول فقہ کے بانی اور مدون اول ہیں۔"[8]

ڈاکٹر غازیؒ کے اس تبصرہ اور تاثر کا تحقیقی جائزہ لیا جاتا ہے کہ کیا الرسالۃ سے پہلے کوئی کتاب اس موضوع پر لکھی گئی یا یہ اعزاز صرف کتاب الرسالۃ کا ہے۔؟

کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اصول فقہ پر پہلی کتب قاضی ابو یوسفؒ (م-182ھ) نے لکھیں چنانچہ خطیب بغدادی (م-463ھ) قاضی ابو یوسف کے حالات میں لکھتے ہیں:

وأولُ من وضع الكتب فِي أصول الفقه عَلَى مذهب أبي حنيفة [9]

"وہ پہلی شخصیت جس نے اصول فقہ پر حنفی مذہب کے مطابق کتب لکھیں وہ قاضی ابو یوسف ہیں۔"

مگر یہ کتب اس وقت کہیں دستیاب نہیں ہیں۔ تاہم خطیب بغدادیؒ کی یہ بات اس وقت مزید اقرب الی الصواب لگتی ہے، جب بعض اصولی قواعد احناف کی کتب میں متفرق طور پر امام شافعیؒ کے کام سے پہلے پائے جاتے ہیں مثلاً جب ہم قاضی ابو یوسفؒ کی کتاب الخراج کو دیکھتے ہیں اس میں متعدد مقامات پر ایسی عبارتیں اور اصول ملتے ہیں جو بعد کے اہل علم کی کتب میں اصول وکلیات کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ لہذا عین ممکن ہے کہ انہوں نے اصول فقہ پر بھی کتابیں لکھی ہوں جو حوادث زمانہ کا شکار ہو گئی ہوں اور ہم تک نہ پہنچی ہوں۔ اسی طرح امام محمدؒ کی کتاب الاصل

(المبسوط) میں بھی جابجا ایسی عبارات ملتی ہیں جن کو بعد میں اصول کا قالب پہنایا گیا۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ مجموعی طور کسی ایک کتاب میں یکجا نہیں ملتے۔ تو بعض قواعد اصولیہ کا متفرق طور پر صاحبین کی کتب میں پایا جانا اس کا موید ہے۔

چنانچہ ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ نے اپنی کتاب "قواعد کلیہ اور ان کا آغاز وارتقاء" میں خود اس بات کا اعتراف کیا ہے:

"قواعد کلیہ اور اس سے ملتے جلتے دوسرے موضوعات پر سب سے پہلے فقیہ جن کی تحریروں میں باقاعدہ مباحث ملتے ہیں وہ امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ ہیں کہ جن کی کتابوں ،الجامع الکبیر، کتاب الاصل اور کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ میں جابجا ایسی بحثیں موجود ہیں جن سے علم قواعد وفروق کو منضبط کرے میں بڑی مدد ملی ہے۔"**(10)**

مگر ڈاکٹر صاحبؒ کا اس پس منظر میں قاضی ابو یوسفؒ کو چھوڑ کر امام محمدؒ کو پہلا فقیہ قرار دینا محل نظر معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ قاضی ابو یوسفؒ کی کتاب الخراج میں بھی قواعد کلیہ کے حوالے سے ایسی عبارتیں ملتی ہیں جو بعد میں قواعد کی صورت اختیار کر گئیں۔ اس پس منظر میں کتاب الخراج اور امام محمدؒ کی کتب سے قواعد اصولیہ پر بڑی مفید بحث ڈاکٹر محمد صدقی بن احمد نے کی ہے جو ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔**(11)** باقی رہی یہ بات کہ انہوں نے اصولوں کو کتابی صورت میں جمع کیوں نہیں کیا اس کی یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ ان کی توجہ مسائل کے حل کرنے کی طرف تھی۔

اور اگر یہ مان لیا جائے کہ متقدمین فقہائے احناف نے اصول فقہ پر کوئی کتاب نہیں لکھی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے ہاں اصول اجتہاد طے شدہ نہیں تھے۔ کتاب الخراج اور کتاب الاصل پر غور وفکر کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ فقہی اصول و قواعد امام صاحبؒ اور شیخینؒ کے ذہنوں میں موجود تھے جس کی روشنی میں وہ فقہی مسائل کا استنباط واستخراج کر رہے تھے۔ اس کی تائید استاذ ڈاکٹر عبد الکریم زیدان کی رائے سے بھی ہوتی ہے وہ لکھتے ہیں:

ابو حنيفة لم يدون اصول استنباطه تفصيلا ولا قواعده فى البحث والاجتهاد،وانما قام فقهاء المذهب الحنفى الذى جائوا من بعده وبعد تلامذته باستخلاص قواعده فى الاستنباط من فروعه المنقولة عنه وهذا لايدل على ان اباحنيفة ما كان لديه مناهج للبحث والاجتهاد من عدم تدوين الشئ لايدل على عدم وجوده ،كما ان الفقه يستلزم حتما وجود مناهج وقواعد للاستنباط فلا فقه بلامناهج وقواعد وابو حنيفة فقيه قطعابل

فقیه بمعنی الکلمة والناس فی الفقه عیال علی ابی حنیفة کما قا ل الشافعی فلا بد اذن من قواعد یلتزم بها فی اجتهاده وفقه واصول یسیر بمقتضاها ولا یحید عنها وهذا ما استخرجه فقهائ المذهب الحنفی من اقواله وآرائه المنقولة عنه (12)

"ابو حنیفہؒ نے اپنے اصول استنباط اور بحث واجتہاد کے قواعد مدون نہیں کیے تھے بلکہ یہ کام ان کے بعد اور ان کے شاگردوں کے بعد آنے والے حنفی مذھب کے فقہاء نے کیا،وہ مسائل اور فروع جو امام صاحب سے منقول تھے ان پر غور وفکر کرکے انہوں نے قواعد بیان کیے ۔اوراس کا یہ مطلب نہیں لیا جاسکتا کہ امام ابو حنیفہ کے ہاں بحث واجتہاد کے مناہج واصول ہی نہیں تھے کیونکہ کسی علم کی تدوین کا نہ ہونا اس کے وجود کی نفی نہیں کرتا جیسا کہ خود فقہ کے لیے ضروری ہے کہ مناہج واصول استنباط کا وجود ہو ورنہ مناہج اور قواعد کے بغیر فقہ کا وجود نہیں ہو سکتا،اور ابو حنیفہؒ یقینی طور پر فقیہ ہیں اور فقیہ کے کلمہ کا حقیقی اطلاق انہی کے لیے جچتا ہے جیسا کہ امام شافعیؒ نے فرمایا سارے لوگ فقہ میں ابو حنیفہؒ کے محتاج ہیں لہذا یقینی بات ہے کہ ان کے ہاں اجتہاد کے قواعد وضوابط اور ایسے اصول ہونگے جن کو وہ دوران اجتہاد کبھی بھی نظر انداز نہیں کرتے ہونگے ،چنانچہ یہی وہ قواعد ہیں جن کو فقہائے احناف نے امام ابو حنیفہؒ کے اقوال اور آراء سے مستنبط کیا۔"

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ اگرچہ امام صاحبؒ نے اصول اجتہاد ومتعلقہ قواعد وضوبط مدون نہیں کیے مگر وہ ان سے باخبر تھے جس کی رعایت رکھتے ہوئے وہ اجتہاد کر رہے تھے امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کے بعد جو فقہائے احناف آئے انہوں نے امام صاحبؒ کے بیان کردہ مسائل اور فروع پر غور وفکر کے بعد وہ اصول مرتب کیے جن کے تحت وہ آتے تھے۔

اسی سے اصول فقہ کے دو اہم منہج واسلوب سامنے آگئے،پہلا منہج واسلوب "منطق استقرائی" ہے یعنی پہلے جزوی مسائل اور فروعی اختلافات کا جائزہ لے کر یہ دیکھا جائے کہ ان کی بنیاد کن اصولوں پر ہے اور کیوں ائمہ مجتہدین نے یہ آراء قائم کیں اس کو طریقہ احناف بھی کہتے ہیں۔اور دوسرا منہج واسلوب "منطق استخراجی" ہے یعنی سوچ سمجھ کر عقلی استدلال کے ذریعے بعض مجرد اصول غور وفکر سے تلاش کیے پھر ان کی روشنی میں جزوی احکام

اور مسائل کا حل تلاش کیا جائے۔ یہی شوافع اور جمہور متکلمین کا اسلوب رہا ہے۔ گویا کلیات سے جزئیات کی طرف آنے کا نام استخراج ہے اور جزئیات سے کلیات کی طرف جانے کا نام استقراء ہے۔(13)

اب اس بات کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ کتاب الرسالۃ کے بارے میں جمہور علماء کی کیا رائے ہے کیا وہ بھی اسے اصول فقہ کی پہلی تصنیف تسلیم کرتے ہیں یا ان کی اس کے برعکس رائے ہے ؟تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے اس لیے چند مشاہیر کی آراء کو نقل کیا جاتا ہے۔

امام رازیؒ لکھتے ہیں:

اتفق الناس على أن أول من صنف في هذا العلم هو الشافعي، وهو الذي رتب أبوابه، وميز بعض أقسامه عن بعض، وشرح مراتبه في الضعف والقوة (14)

"لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس علم میں سب سے پہلے تصنیف کرنے والے امام شافعی ہیں جنہوں نے اس کے ابواب مرتب کیے ،اور بعض قسموں کو دیگر بعض سے الگ کیا،اور ضعف اور قوت میں اقسام کے مراتب کو واضح کیا۔"

علامہ ابن خلکانؒ (م-681ھ) لکھتے ہیں:

والشافعي أول من تكلم في أصول الفقه وهو الذي استنبطه (15)

"اور امام شافعیؒ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اصول فقہ پر بحث کی اور فقہی اصول مستنبط کیے۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ (م-728ھ) لکھتے ہیں:

أن أول من عرف أنه جرد الكلام في أصول الفقه هو الشافعي(16)

"وہ پہلے شخص جس کے بارے میں یہ معروف ہے کہ اس نے اصول فقہ کو دیگر علوم سے ممتاز کیا وہ امام شافعی ہیں۔"

امام زرکشیؒ (م-794ھ) لکھتے ہیں:

الشافعي رضي الله عنه اول من صنف في اصول الفقه صنف فيه كتاب الرسالة (17)

"اور امام شافعیؒ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے اصول فقہ پر کام کیا اور کتاب الرسالۃ کو تصنیف فرمایا۔"

علامہ ابن خلدونؒ (م-808ھ) لکھتے ہیں:

كان أوّل من كتب فيه الشّافعيّ رضي الله تعالى عنه. أملى فيه رسالته المشهورة تكلّم فيها في الأوامر والنّواهي والبيان والخبر والنّسخ وحكم العلّة المنصوصة من القياس ثمّ كتب فقهاء الحنفيّة فيه وحقّقوا تلك القواعد وأوسعوا القول فيها (18)

"اور سب سے پہلے اصول فقہ پر لکھنے والے امام شافعیؒ ہیں جنہوں نے اس سلسلہ میں اپنا مشہور رسالۃ املاء کروایا، اس میں اوامر، نواہی، بیان، خبر، نسخ، قیاس سے منصوص علت کا حکم ،وغیرہ پر بحث کی اور پھر فقہائے احناف نے اس موضوع پر لکھا اور ان قواعد کی تحقیق کی اوران پر تفصیل سے گفتگو کی۔"

امام احمد ابو ذرؒ(م-884ھ) لکھتے ہیں:

أول من صنف في أصول الفقه (19)

"سب سے پہلے اصول فقہ پر تصنیف کرنے والے امام شافعیؒ ہیں۔"

علامہ سیوطیؒ(م-911ھ) لکھتے ہیں:

وأول من ابتكر هذا العلم الإمام الشافعي رضي الله تعالى عنه بالإجماع وألف فيه كتاب الرسالة الذي أرسل به إلى ابن مهدي(20)

"اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ اس علم کو ایجاد کرنے والے امام شافعیؒ ہیں انہوں نے اسی سلسلہ میں کتاب الرسالۃ تالیف فرمایا اور عبد الرحمن بن مہدی کی طرف اسے بھجوایا۔"

امام عبد الباسط العلمویؒ(م-981ھ) لکھتے ہیں:

وأول من صنف في أصول الفقه قطعا (21)

"یقینی بات ہے کہ اصول فقہ پر سب سے پہلے تصنیف کرنے والے امام شافعیؒ ہیں۔"

جمہور اہل علم کے اقوال سے معلوم ہوا کہ کتاب " الرسالۃ" کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ پہلی باضابطہ مرتب کتاب ہے۔ اس سے جہاں ڈاکٹر غازیؒ کے موقف کی تائید ہوتی ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحبؒ کی اصول فقہ پر ہونے والے قدیم ذخیرہ پر گہری نظر تھی تبھی تو انہوں نے کتاب "الرسالۃ" پر اس قدر جاندار تبصرہ کیا اور جو اقوال اس کے برعکس تھے، ان کو بھی ذکر کیا، جیسا کہ انہوں نے شروع بحث میں اس طرف اشارہ کیا کہ اہل تشیعؒ کہتے کہ سب سے پہلے امام باقرؒ اور امام جعفر صادقؒ نے اصول فقہ پر کام کیا اور فقہائے احناف کی رائے میں امام ابو حنیفہؒ نے"

کتاب الرائے" مرتب کی جس میں اجتہاد سے کام لینے کے اصول بیان ہوئے تھے، مورخین نے بیان کیا تو درست ہی ہو گا مگر یہ کتاب اس وقت موجود نہیں ہے[22] اس سے ڈاکٹر غازیؒ کی منصف مزاجی بھی معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے اصول فقہ پر ابتدائی سطح پر ہونے والے کام کے بارے میں مختلف مسالک کے لوگوں کی آراء کو نقل کیا اور دیانت دارانہ رائے بھی قائم کی کہ اس وقت جو اصول فقہ پر مرتب اور منضبط انداز میں کتاب ہمارے پاس موجود ہے، وہ حضرت امام شافعیؒ کی کتاب الرسالۃ ہے جو اصول فقہ کی دور تدوین میں پہلی کتاب ہے۔ اب علم اصول فقہ کے مراحل کو اختصاراً پیش کیا جاتا ہے۔

علم اصول فقہ کے ادوار

اہل سنت والجماعت کے نزدیک علم اصول فقہ تین اہم مراحل سے گزرا ہے۔[23]

پہلا مرحلہ

پہلا مرحلہ میں اصول فقہ کی تدوین ہے جو امام شافعیؒ کے ہاتھوں ہوئی اور اس مرحلہ کی انتہا چوتھی صدی ہجری کے قریب ہوئی۔ اس وقت دو مکتبہ فکر حنفی اور مالکی وجود میں آچکے تھے۔ جن سے انہوں نے بھرپور استفادہ کیا اور ناقدانہ نظر ڈالی اور مسلسل غور و فکر کیا جس سے آپ کی شخصیت کو ایک نئی فقہ کے سبب شہرت ملنے لگی جو فقہ عراق اور حجاز کا مجموعہ تھی، کچھ نئی چیزیں آپ کے سامنے آئیں جس سے آپ کا مستقل الگ مسلک قائم ہوا۔ اس دوران آپ نے کتاب الرسالۃ کو تصنیف فرمایا جس میں کتاب و سنت، اجماع و قیاس کا علم اور ان کے مراتب کی وضاحت، سنت کی حجیت کا اثبات بالعموم اور خبر واحد کی تثبیت بالخصوص، اور لغت کے علم کو بیان کیا اور اس بات پر روشنی ڈالی کہ کتاب و سنت اور احادیث رسول ﷺ میں کوئی تعارض نہیں ہے، رائے اور قیاس سے کام لینے کے لیے ضوابط اور اس کی تحدید و شرائط کو بیان کیا۔ اوامر و نواہی اور ناسخ و منسوخ پر سیر حاصل بحث کی اور فقہاء کے لیے استنباط کے اصول، استدلال کے قواعد اور اجتہاد کے ضوابط کو مرتب کیا اور اپنی خداداد صلاحیتوں کو استعمال کرتے ہوئے اس میں مزید اضافے فرمائے۔ اس کے بعد علماء نے اس عظیم کام کو آگے بڑھانے کی کوششیں کیں جس کی امام شافعیؒ نے ابتداء کی تھی۔[24]

دوسرا مرحلہ

دوسرے مرحلہ کی ابتدا پانچویں صدی ہجری کے شروع میں ہوئی اور انتہا تقریباً ساتویں صدی ہجری پر ہوئی اس مرحلہ میں امام شافعیؒ کے بعد پھر علم اصول فقہ میں جدت پیدا ہوئی اور اس مرحلہ میں دو امام نمایاں طور پر سامنے آئے ،[25] ایک امام اہل سنت خطیب بغدادیؒ (م-463ھ) جن کا مشرق (بغداد) سے تعلق تھا جن کی مشہور کتاب "تاریخ بغداد ہے" انہوں نے اصول فقہ پر کتاب "الفقیہ و المتفقہ" لکھی، جس میں انہوں نے کتاب الرسالۃ کو مضامین کو مزید پھیلایا اور اس میں مزید اضافے کیے، اوراصول فقہ سے متعلقہ مباحث کو بیان کیا۔

اور دوسرے امام اہل سنت حافظ مغرب (اندلس) ابو عمر بن عبد البر القرطبی مالکی (م-463ھ) تھے جن کی مشہور کتاب "التمہید " ہے انہوں اس موضوع پر کتاب "جامع بيان العلم وفضله "تصنیف کی[26] جس میں انہوں نے علم کی فضیلت وآداب، کتاب وسنت ،اجماع اور قیاس پر علمی بحثیں کیں اور بغیر فہم کے دینی معاملات میں گفتگو، اور بلا دلیل کے احکامات اخذ کرنے والوں پر کلام کیا اور فقہی معاملات پر بحث ومباحثہ کرنے کے جواز اور اس کو ناپسند کرنے والوں کا موقف اور محض عقل وقیاس سے کام لینے والوں کی مذمت ومدح اور تقلید کو جائز اور حرام سمجھنے والوں سمیت دیگر اہم مباحث کو زیر بحث لایا ہے۔

اس مرحلہ میں دواور اہم کتابیں بھی سامنے آئیں ،ایک " تقويم الادلة "جو امام ابو زید دبوسیؒ (م-430ھ) کی لاجواب تصنیف ہے جس کے بارے میں علامہ ابن خلدونؒ نے کہا:

أما طريقة الحنفية فكتبوا فيها كثيرًاوكان من أحسن كتابة فيها للمتقدمين تأليف أبي زيد الدبوسي[27]

"کہ احناف نے بھی اصول فقہ پر بہت سی کتابیں لکھیں مگر ان میں سب سے عمدہ کتاب ابو زید دبوسی کی ہے۔"

ابن خلدونؒ مزید لکھتے ہیں:

وجاء أبو زيد الدّبّوسيّ من أئمّتهم فكتب في القياس بأوسع من جميعهم وتمّم الأبحاث والشّروط الّتي يحتاج إليها فيه وكملت صناعة أصول الفقه بكماله وتهذّبت مسائله وتمهّدت[28]

"اور جب ان (احناف) کے ائمہ میں سے ابو زید دبوسی کا زمانہ آیا تو انہوں نے قیاس پر سب سے زیادہ لکھا اور ان بحثوں اور شرطوں کو مکمل کیا جس کی طرف قیاس میں احتیاج ہوتی تھی

اوران کی تکمیل سے اصول فقہ کی صنعت مکمل ہو گئی اور اس کے مسائل مرتب اور قواعد تیار ہو گئے۔"

" تقويم الادلة "کو سامنے رکھ کر پھر امام ابو المظفر السمعانیؒ(م-489ھ)نے" قواطع الادله"لکھی انہوں نے امام دبوسیؒ کی کتاب سے استفادہ بھی کیا اور بعض باتوں پر اعتراض کیا اور کچھ کی تردید کی، اور جو شبہات شوافع کے اصولوں پر تھے ان کو زائل کیا اور مزید نئی چیزیں بھی شامل کیں۔اور دوسری کتاب" المستصفى " ہے جو امام غزالی کی اصول فقہ میں آخری تصنیف ہے اس سے پہلے ان کی دو کتابیں "تہذیب الاصول "اور" المنخول "منظر عام پر آچکی تھی اس کتاب میں انہوں نے دونوں کتابوں کی مباحث کو جمع کیا اور مزید اضافے فرمائے۔یہ کتاب امام غزالیؒ سے پہلے لکھی جانے والی کتب اصول کو بھی جامع ہے اور بعد والے بھی اس سے مستفید ہو رہے ہیں اور اس کتاب کا اختصار اور مزید کانٹ چھانٹ شیخ الاسلام ابن قدامہؒ(م-620ھ)نے" روضة الناظر وجنة المناظر "میں کی۔بہر کیف ان دونوں کتابوں نے علم اصول فقہ کے حوالے سے اہل علم کو خصوصی طور پر متوجہ کیا۔(29)

تیسرا مرحلہ

تیسرا مرحلہ آٹھویں صدی ہجری سے تقریبا دسویں صدی ہجری تک ہے۔اس مرحلہ کی ابتداء میں دو نامور امام سامنے آئے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ(م-728ھ) اور ان کے شاگرد حافظ ابن قیمؒ الجوزیہ(م-751ھ) جنہوں نے اہل سنت والجماعت کے منہج کی حفاظت کی اور علم اصول فقہ میں جو کمزوریاں پیدا ہو گئی تھیں ان کی اصلاح کی انہوں نے نہ صرف اصول فقہ پر کام کیا بلکہ علم الکلام پر بھی ان کی نمایاں خدمات ہیں مثلا علم الکلام پر ابن تیمیہؒ کی" بيان تلبيس الجهمية "اور ابن قیم کی" الصواعق المرسلة على الجهمية والمعطلة "کتابیں ہیں۔ان دونوں ائمہ نے اہل سنت والجماعت کے اصولوں اور ان کے منہج کے ثبوت پر واضح اور مضبوط دلائل قائم کیے۔اور اس سلسلے میں کتاب و سنت کی نصوص اور اجماع امت کی طرف رجوع کیا، اقوال صحابہ و تابعین اور عقل صریح و فطرت سلیمہ سے بھی ان پر روشنی ڈالی۔مناطقہ اور فلاسفہ کے مسالک کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔

اور اس رائے کو عام کیا کہ کتاب و سنت کی اتباع واجب ہے اور ان کا معارضہ رائے، ذوق سمیت کسی بھی دلیل سے ناجائز ہے، بلکہ اس طرف توجہ دلائی کہ اصل قرآن و سنت ہیں جو اس کے موافق ہو گا وہ قبول کیا جائے اور جو اس کے خلاف ہو گا وہ رد کر دیا جائے گا، کتاب و سنت اور اجماع امت، معصوم اصول ہیں جو حق کی طرف لیجانے والے ہیں ان میں کوئی تعارض نہیں ہے اور قیاس صحیح جو نص کے موافق ہو وہ بھی قابل قبول ہے اور انہوں

نے باطل کی خوب تردید کی(30) اور دیگر اہم مباحث بھی ہیں۔علامہ ابن تیمیہؒ کی کتب میں" درء التعارض بین العقل والنقل،مجموع الفتاوی" اورحافظ ابن قیمؒ کی کتب میں" احکام اہل الذمۃ،اعلام الموقعین،بدائع الفوائد" ودیگر کتب شامل ہیں۔(31)

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ علم اصول فقہ کے تین اہم ادوار میں کتاب الرسالۃ کا تعلق پہلے دور سے ہے اور بعد کے تمام ادوار میں جو بھی اس علم پر کام ہوا اس کے لیے ماخذ ومرجع کتاب "الرسالۃ" ہی رہی ہے۔

کتاب الرسالۃ کے بارے میں مغربی مورخ کی رائے

ڈاکٹر غازیؒ کتاب الرسالۃ کے بارے میں ایک مغربی مورخ کی رائے نقل کرتے ہیں جس کا انہوں نے نام نہیں ذکر کیا:

> "کہ امام شافعیؒ کو علم اصول فقہ سے وہی نسبت ہے جو حکیم ارسطاطالیس کو علم منطق سے ہے، جس طرح ارسطو منطق کا موجد ہے اسی طرح امام شافعیؒ علم اصول فقہ کے موجد ہیں۔" (32)

مگر تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعیؒ کے بارے میں امام رازیؒ نے اپنی کتاب مناقب الشافعی میں یہی رائے پیش کی ہے۔ جس کو شیخ احمد بن محمد شاکرؒ(م-1377ھ)نے کتاب الرسالۃ کے مقدمہ میں نقل کیا ہے۔چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> قال الفخر الرازي في مناقب الشافعي كانوا قبل الامام الشافعي يتكلمون في مسائل أصول الفقه، ويستدلون ويعترضون، ولكن ما كان لهم قانون كلي مرجوع إليه في معرفة دلائل الشريعة، وفي كيفية معرضاتها وترجيحاتها، فاستنبط الشافعي علم أصول الفقه، ووضع للخلق قانونا كليا يرجع إليه في معرفة مراتب أدلة الشرع.فثبت أن نسبة الشافعي إلى علم الشرع كنسبة أرسطا طاليس إلى علم العقل(33)

> "امام فخر الدین رازی نے اپنی کتاب مناقب الشافعی میں کہا کہ امام شافعی سے قبل اہل علم اصول فقہ کے مسائل میں استدلال واعتراض کرتے ہوئے گفتگو کرتے تھے، لیکن ان کے لیے کوئی قانون کلی نہیں تھا جس کی طرف وہ دلائل شریعت کی معرفت اوران میں تعارض اور ترجیح کی کیفیت سمجھنے کے لیے رجوع کرتے،اس ضرورت کے پیش نظر امام شافعی نے اصول فقہ مستنبط کیے،اور تمام اہل علم کے لیے ایسا قانون کلی وضع کیا کہ شرعی دلائل

کے مراتب کی معرفت میں اس کی طرف رجوع کریں، لہذا یہ ثابت ہوا کہ امام شافعیؒ کی نسبت علم الشرع کی طرف بالکل ایسے ہے جیسے ارسطاطالیس کی نسبت عقلی علم کی طرف ہے ۔"

معلوم ہوا امام شافعیؒ کی اصول فقہ کے لیے خدمات کے اپنے اور غیر سبھی معترف ہیں۔

کتاب "الرسالہ" کا اسلوب

ڈاکٹر غازیؒ نے کتاب الرسالہ کے اسلوب کا اجمالی تعارف اس طرح کرایا ہے۔

1. اصول فقہ کے بنیادی مسائل سے بحث کی گئی ہے۔ اور اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کے لیے قوانین کے ماخذ کونسے ہیں۔
2. قرآن وسنت کے نصوص کی تعبیر کیسے کی جائے۔
3. خبر واحد یا کسی دوسری حدیث میں تعارض ہو تو رفع تعارض کسے ہو گا۔
4. قرآن پاک کی دو آیات جو بظاہر متعارض معلوم ہوں تو اس تعارض کو کیسے دور کیا جائے گا۔

کتاب الرسالۃ کی روشنی میں مذکورہ بالا نکات کی تجزیاتی وضاحت کی جاتی ہے۔

جائزہ

❶ اصول فقہ کے مآخذ

امام شافعیؒ نے اصول فقہ کے بنیادی ماخذ قرآن وسنت اور اجماع وقیاس پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

چنانچہ وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

أنْ ليس لأحد أبداً أن يقول في شيء حلَّ ولا حرُم إلا من جهة العلم. وجهةُ العلم الخبرُ: في الكتاب، أو السنة، أو الإجماع، أو القياس(34)

"کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی شئ کو حلال یا حرام قرار دے مگر علم کی حیثیت سے اور علم کی حیثیت یہ ہے کہ کتاب وسنت سے باخبر ہو یا اجماع اور قیاس کے ذریعے علم ہو۔ "

امام شافعیؒ کتاب الام میں لکھتے ہیں:

وأنه لا يلزم قول بكل حال إلا بكتاب الله، أو سنة رسوله صلى الله عليه وسلم وأن ما سواهما تبع لهما [35]

"کتاب و سنت کے علاوہ ہر حال میں کسی قول کی پیروی لازم نہیں ہے۔ اور ان کے علاوہ جو کچھ ہے وہ انہی کے تابع ہے۔"

مذکورہ حوالوں سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ قران و سنت کو احکام کا اصل ماخذ تسلیم کرتے ہیں اور اجماع و قیاس کو فی الجملہ اسی کے تابع مانتے ہیں۔

امام شافعیؒ نے کتاب "الرسالۃ" میں "بیان" کی بحث میں جو ترتیب قائم کی ہے اس سے بھی اسلامی قانون کے مآخذ کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں تا کہ بات مزید واضح و مدلل ہو سکے۔

امام شافعیؒ لکھتے ہیں:

فمنها ما أبانه لخلقه نصاً. مثلُ جمُل فرائضه، في أن عليهم صلاةً وزكاةً وحجاً وصوماً وأنه حرَّم الفواحش، ما ظهر منها، وما بطن، ونصِّ الزنا والخمر، وأكل الميتة والدم، ولحم الخنزير، وبيَّن لهم كيف فَرْضُ الوضوء، مع غير ذلك مما بين نصاً [36]

"بیان کی قسموں میں سے ایک وہ احکامات جن کو اللہ تعالی نے اپنی مخلوق کے لیے نصا (یعنی صریح الفاظ میں) بیان کیا مثلا اللہ تعالی کے جملہ فرض کیے ہوئے احکام، نماز، زکوۃ، حج اور روزہ، اور اللہ نے کھلے اور پوشیدہ فواحش کو حرام قرار دیا مثلا زنا، خمر، مردار، خون اور خنزیر کا گوشت کھانا اور دوسرے احکام کے ساتھ وضو کے فرض کی کیفیت کو بیان کیا۔"

یہ تو ایک مثال ہے وگرنہ بیان کی اس قسم کی بہت سی مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔ اس سے معلوم ہوا احکامات اور مسائل کا اصل ماخذ قرآن کریم ہے اور بہت سے احکامات قرآن کریم میں بیان ہوئے مگر ان کی تشریح و توضیح حدیث سے ملتی ہے۔

امام شافعیؒ لکھتے ہیں:

ومنه: ما أَحكم فرضه بكتابه، وبيَّن كيف هو على لسان نبيه؟ مثل عدد الصلاة، والزكاة، ووقتها، وغير ذلك من فرائضه التي أنزل من كتابه [37]

"اور اسی بیان میں یہ بھی ہے کہ جو احکام اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں فرض قرار دیے ہیں مگر اس کی کیفیت کی تشریح اپنے نبی ﷺ کی زبان سے کی مثلاً نماز کی تعداد، زکوۃ کی تفصیل اور دونوں کے وقت کی تعیین اور اس کے علاوہ دیگر وہ فرائض جن کو اللہ نے اپنی کتاب میں نازل کیا۔"

اور امام شافعیؒ مزید لکھتے ہیں:

"بعض احکامات وہ ہیں جن کے بارے میں قرآن کریم نے حکم نہیں دیا مگر رسول اللہ ﷺ نے ان کو بیان کیا تو اس پر بھی عمل ہو گا اس لیے کہ قران کریم میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔"(38)

اس سے معلوم ہوا کتاب اللہ کے بعد حدیث رسول ﷺ کی طرف رجوع ہو گا اور یہ علم اصول فقہ کا دوسرا بڑا ماخذ ہے کیونکہ قرآن کریم کلیات کو بیان کرتا ہے اور حدیث اس کی تشریح کرتی ہے۔

امام شافعیؒ نے اجماع کو بھی حجت تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ اس پر بھی انہوں نے کتاب الرسالۃ میں بحث کی ہے۔

"جس مسئلہ پر اہل علم کا اجماع ہو کہ یہ رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے تو اس موقعہ پر وہی بات ہو گی جس پر اجماع کیا گیا ہے۔ اور اگر کسی بات پر اجماع ہو مگر کوئی روایت موجود نہ ہو تو ہم ان کے قول کے قائل صرف ان کی اتباع کی ہی بناء پر ہونگے۔ اور یہ سمجھ لیں گے کہ یہ تو ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کی سنتیں بعض افراد سے مخفی ہوں مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ سب سے ہی مخفی ہوں اور یہ یقین کریں گے کہ رسول اللہ ﷺ کی امت عامہ خلاف سنت پر جمع نہیں ہو گی اور نہ ہی کسی ایسے امر پر جو خطا ہے۔"(39)

امام شافعیؒ ؒ نے اجتہاد اور قیاس(40) کو بھی تسلیم کیا ہے۔ بعض ایسے معاملات ہیں جن میں قران وسنت نے صراحت نہیں کی تو وہاں اجتہاد ہو گا اور اجتہاد سے جو احکامات و مسائل معلوم ہونگے ان کو بھی ویسے بجالایا جائے گا جیسے منصوص احکامات کی پیروی کی جاتی ہے۔

چنانچہ امام شافعیؒ لکھتے ہیں:

ومنه: ما فرض الله على خلقه الاجتهادَ في طلبه، وابتلى طاعتهم في الاجتهاد، كما ابتلى طاعتهم في غيره مما فرض عليهم(41)

"اور اسی بیان میں سے یہ بھی ہے کہ وہ احکام جن کو طلب کرنے کے بارے میں اللہ تعالی نے اجتہاد کو فرض قرار دیا۔ اور اجتہادی احکام میں ان کی طاعت کی بالکل ایسے آزمائش کی جیسے غیر اجتہادی احکام میں ان کی طاعت کی آزمائش کی۔"

اور اس بات کے اثبات میں انہوں نے درج ذیل قرآنی آیت کو پیش کیا:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَاْ اَخْبَارَكُمْ ﴾ (42)

"البتہ ضرور ہم تمہاری آزمائش کرتے رہیں گے یہاں تک کے تم میں سے کوشش کرنے والوں اور صبر کرنے والوں علم یقینی ہو جائے اور ہم تمہاری خبروں کی جانچ پڑتال کریں گے۔ "

اور اجتہاد و قیاس کے ثبوت کے لیے امام موصوفؒ نے اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے۔

﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ﴾ (43)

"اور آپ جہاں کہیں سے نکلیں تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کیا کریں اور تم بھی جہاں کہیں ہو تو اپنا منہ اس کی طرف کیا کرو۔"

امام شافعیؒ لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے مسجد حرام سے دوری کی صورت میں اس اجتہاد کی درستگی کی طرف راہنمائی کی ہے جن کو ان پر فرض قرار دیا ہے۔ کیونکہ ان میں وہ عقلیں رکھی ہیں جو چیزوں کے درمیان اوران کی اضداد کے درمیان فرق کرتی ہیں۔ اور ایسی علامات مقرر کی ہیں جن کے ذریعے مسجد حرام کی طرف رخ کیا جا سکتا ہے۔" (44)

اور اس کو مزید واضح کرنے کے لیے درج ذیل آیات ذکر کیں:

﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ﴾ (45)

"اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تا کہ جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں میں ان سے راستے معلوم کرو۔"

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَعَلٰمٰتٍ ۭ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾ (46)

"اور نشانیاں بنائیں اور ستاروں سے لوگ راہ پاتے ہیں۔"

اس کے بعد امام شافعیؒ لکھتے ہیں:

"ان علامات میں پہاڑ اور دن ورات ہیں اور وہ معروف ہوائیں جو مختلف سمتوں سے چلتی ہیں اسی طرح سورج وچاند اور ستارے ہیں جن کے طلوع وغروب ہونے کے مقامات اور اوقات کو سب جانتے ہیں اور فلک میں ان کے مقامات متعین ہیں۔لہذا مذکورہ بالا وجوہات کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے مسجد حرام کی طرف رخ کرنے کے لیے بندوں پر اجتہاد فرض فرمایاتو لوگ مسلسل اجتہاد کرتے رہے حکم خدواندی سے تجاوز کرنے والے نہیں ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ اجازت نہیں دی کہ مسجد حرام سے دوری کی صورت میں جس طرف مرضی رخ کرلیں (47)"۔

آیت کریمہ میں لفظ شطر استعمال ہوا ہے جو "جہت "کو کہتے ہیں۔کچھ صفحات کے بعد پھر امام شافعیؒ نے اس بحث کو شروع کیااور شطر کے مفہوم میں لغت عرب اور اشعار سے جو نتیجہ نکالا ہے وہ انہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

وهذا كله - مع غيره من أشعارهم - يبين أن شطر الشيء قَصْدُ عين الشيء: إذا كان معايناً فبالصواب، وإذا كان مُغَيَّباً فبالاجتهاد بالتوجه إليه، وذلك أكثر ما يمكنه فيه(48)

"اور یہ اشعار ودیگر عربوں کے اشعار اس بات کو بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شئی سامنے موجود ہوتو شطر سے ٹھیک اس کا قصد کرنا سمجھا جاتاہے اور جب وہ غائب ہو تو اجتہاد کے ذریعے اس کی طرف توجہ کرنامقصود ہوتاہے اور یہاں زیادہ سے زیادہ یہی امکان ہے۔"

اور امام شافعیؒ مزید لکھتے ہیں:

ومعنى هذا البابِ معنى القياس؛ لأنه يُطلب فيه الدليل على صواب القبلةِ(49)

"اس باب میں ہم نے جو بیان کیاوہ قیاس کامفہوم ہے اس لیے کہ کہ قیاس کے ذریعے ہی قبلہ کی درستگی اور صواب کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔"

اور مزید لکھتے ہیں:

والقياس ما طُلب بالدلائل على موافقة الخبر المتقدم، من الكتاب أو السنة؛ لأنهما عَلَمُ الحق المفتَرَضِ طَلَبُهُ، كطلب ما وَصَفتُ قبله، من القبلة (50)

"قیاس یہ ہے کہ کتاب وسنت سے جو ہمیں خبر مل چکی ہے اس سے موافقت پیدا کرنے لیے دلائل تلاش کیے جائیں کیونکہ یہ دونوں حق کے علم ہیں جن کا طلب کرنا فرض ہے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے تعین قبلہ کے حوالے سے بحث کی۔"

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ مسجد حرام سے دوری کی صورت میں قبلہ کی طرف صحیح رخ کا تعین قیاس سے ہی ہو گا یہ نہیں کہا گیا کہ جدھر مرضی منہ کرلو بلکہ "شطر" کا لفظ استعمال کیا کہ اگر مسجد حرام سامنے ہے تو بعینہ اس کا قصد کرو اور اگر دور ہو تو اجتہاد اور قیاس سے ادھر متوجہ ہوں۔ دیکھیے اجتہاد وقیاس کے ثبوت کے لیے نصوص سے جو استدلال کیا اس کی تعبیر کس قدر عمدہ ہے کہ مسئلہ کو نکھار کر پیش کر دیا ہے۔ امام صاحبؒ نے اور بھی مثالیں پیش کی ہیں۔ قیاس پر امام موصوفؒ نے کتاب الرسالہ میں "القیاس" کے عنوان سے مستقل بحث بھی کی ہے۔ اور باب الاستحسان میں بھی قیاس پر مفصل بحث کی ہے۔

❷ قرآن وسنت کے نصوص کی تعبیر کا طریق کار

امام شافعیؒ نے اس بات پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ جب قرآن سنت کے نصوص کی تعبیر کی جائے تو وہ ایسے انداز میں ہو کہ بات بالکل واضح ہو جائے کسی قسم کا ابہام نہ رہے اس سلسلہ میں انہوں نے چند مثالیں دی جس میں صرف دو ذکر کی جاتی ہیں۔

اللہ تعالی متمتع (حج کے ساتھ عمرہ کرنے والے) کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ۭ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ﴾ (51)

"توجو کوئی فائدہ اٹھانا چاہے عمرے کو حج کے ساتھ ملا کر تو وہ ان دونوں عبادتوں کے جمع کرنے کے شکرانے کے طور پر جو قربانی اس سے ہو سکے ادا کرے مگر جس کو قربانی میسر نہ آئے تو وہ روزے رکھے تین حج کے دوران اور سات جب کہ تم لوٹ آؤ اپنے گھروں کو یہ پورے دس دن ہو گئے۔"

اس آیت کے مخاطبین کے نزدیک یہ بات واضح تھی کہ تین روزے حج کے دوران اور سات روزے گھر واپس آکر رکھنے ہیں تو یہ دس روزے ہیں اس کے بعد پھر اللہ تعالی کا یہ فرمانا﴿تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ﴾ اس کا یہ فائدہ ہے کہ حکم کے بیان کرنے میں مزید وضاحت ہو گئی اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تین اور سات کا مجموعہ پورا دس ہوتا ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشادربانی ہے:

﴿وَوٰعَدْنَا مُوْسٰي ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً﴾ (52)

"اور موسیٰ سے ہم نے تیس رات کا وعدہ کیا اور انہیں اور دس سے پورا کیا پھر تیرے رب کی مدت چالیس راتیں پوری ہو گئی۔"

اس آیت کے مخاطبین پر یہ واضح تھا کہ تیس اور دس مل کر چالیس ہوتے ہیں مگر اس کے باوجود اللہ کا یہ فرمان﴿اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً﴾ اس سے آیت سابقہ کی طرف یہ فائدہ ہوا کہ تیس اور دس ملکر پورے چالیس ہوتے ہیں اور یہ بات کو بالکل واضح کرنے کے لیے کہا گیا۔ یہ ساری بحث کرنے کے بعد امام شافعیؒ لکھتے ہیں:

"ان دونوں آیتوں میں مجموعہ تعداد کو بیان کر کے مزید وضاحت کی گئی ہے۔ بہر کیف تین کو سات اور تیس کو دس میں جمع کرنے سے بیان کی مزید وضاحت ہے۔ اور یہی تعبیر زیادہ مناسب ہے اس لیے کہ عرب ہر دو عددوں کو اور ان کے جمع کرنے کو اچھی طرح جانتے تھے۔" (53)

معلوم ہوا نصوص کی تعبیر اس طرح ہونی چاہیے کہ مخاطب کو بالکل بات سمجھ آجائے۔ پیچھے بھی ایک مثال گزری ہے کہ انہوں نے آیت قرآنی﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ﴾ (54) سے عمدہ انداز میں اجتہاد اور قیاس کا ثبوت پیش کیا ہے اور بڑی شاندار تعبیر اختیار کی ہے اس کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں جو اصل کتاب میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

❸ احادیث کے درمیان رفع تعارض

امام شافعیؒ نے رفع تعارض پر تفصیلی بحث کی ہے جو اصل کتاب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے یہاں مختصراً چند باتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

① رسول اللہ ﷺ زبان و مکان کے لحاظ سے عربی تھے کبھی کلام عام بیان فرماتے اور مراد بھی عام ہوتی تھی اور کبھی لفظ عام ہوتا تھا مگر مراد خاص ہوتی تھی، کبھی آپ ﷺ سے سوال ہوتا تو آپ اسی بات کا جواب دیتے

تھے، اور آپ کی جانب سے خبر دینے والا کبھی پوری خبر دیتا اور کبھی مختصر نقل کرتا تو کبھی حدیث کے بعض معانی ادا ہو جاتے تھے اور بعض نہیں ہوتے تھے۔ اس سے بھی احادیث کے درمیان تعارض محسوس ہوتا ہے۔ لہذا عموم و خصوص اور پوری روایت کے علم سے تعارض دور ہو سکتا ہے۔

② کبھی ایسا ہوتا کہ کوئی شخص آپ ﷺ کی حدیث کا وہ حصہ نقل کر دیتا ہے جو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا مگر جب سوال ہوا وہ موجود نہ تھا کہ وہ جواب کی حقیقت کو سمجھ لیتا۔ اور وہ سبب جان لیتا جس سے آپ ﷺ نے وہ جواب دیا۔ اس سے بھی روایات میں تعارض محسوس ہوتا ہے۔ اس کے لیے بھی ضروری ہے کہ حدیث کے سیاق وسباق سے آگاہی ہو۔

③ کبھی آپ ﷺ ایک سنت کو مقرر فرماتے ہیں اور پھر اس کو دوسری سنت سے منسوخ فرمادیتے، بسا اوقات ایسا ہوتا کہ ایک شخص صرف ناسخ یا منسوخ کی ساعت حاصل کر لیتا لہذا ایک کا محفوظ کیا ہوا علم دوسرے سے مختلف ہوتا اور یہ بات عام لوگوں تک نہ پہنچتی اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کوئی ایسا شخص نہ ملتا جس سے ناسخ و منسوخ کے بارے میں پوچھا جا سکے اس سے بھی روایات میں تعارض واقع ہوتا ہے، لہذا اگر ناسخ و منسوخ کا علم ہو جائے تو رفع تعارض ہو سکتا ہے۔

④ کبھی دو حدیثوں میں تعارض ہوتا ہے مگر جو حدیث زیادہ ثابت ہوتی ہے اس پر کتاب اللہ یا نبی کریم ﷺ کی سنت کے ذریعے کوئی دلیل مل جاتی ہے یا دیگر شواہد معلوم ہوتے ہیں جس سے وہ حدیث قوی ہو جاتی ہے اور اسے اختیار کر لیا جاتا ہے۔ یہ بھی طریقہ بھی رفع تعارض میں مفید ہے۔

⑤ ہم نے کوئی دو حدیثیں ایسی نہیں پائیں کہ جن میں اختلاف پایا جاتا ہو اور ان کے درمیان جمع و تطبیق کے لیے کوئی راستہ نہ ملا ہو یا تو کتاب اللہ سے اس کی موافقت ہو گئی یا کسی دوسری حدیث سے یا کوئی اور دلیل ترجیح مل گئی (55)۔

دلائل ترجیح بھی امام شافعیؒ نے بیان کیے ہیں جن سے رفع تعارض ہو جاتا ہے۔

❹ قرآن پاک کی بظاہر متعارض آیات کا حل

امام شافعیؒ نے اس پر بھی روشنی ڈالی ہے چنانچہ انہوں نے یہ عنوان قائم کیا الناسخ والمنسوخ الذي يدل الكتاب على بعضه، والسنة على بعضه (56) اس کے بعد انہوں نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے اور اس بات کو ثابت کیا ہے کہ قرآن کریم کی بعض کا نسخ دیگر بعض آیات سے ہو رہا ہے اور جب نسخ کا علم ہو جائے گا تو آیات

میں تعارض نہیں رہے گا اور اسی طرح عموم و خصوص، مطلق و مقید کے علم سے بھی آیات کے درمیان تعارض باقی نہیں رہتا۔

خلاصہ بحث

کتاب الرسالۃ امام شافعیؒ کی اس موضوع پر پہلی باضابطہ مرتب کتاب تھی اس میں نہ صرف مختلف اصول کو بیان کیا گیا بلکہ امثلہ سے ان کی تطبیق بھی کی گئی اور اسلوب بیان عام فہم اور دلنشین ہے۔اور یہ ان کی یادگار تصانیف میں سے ہے جس نے امت مسلمہ پر گہرے اثرات مرتب کیے۔اور اس کے بعد مختلف مکاتب فکر کے علماء نے اسی اسلوب کو اختیار کرتے ہوئے اپنے مسالک کے پیش نظر اصول فقہ پر کتب تصنیف فرمائیں یہ سلسلہ آج تک جاری ہے ۔کتاب الرسالہ کو امام شافعیؒ نے دو بار تصنیف فرمایا جیسا کہ اہل علم نے اپنی کتب میں حوالہ دیتے وقت الرسالہ القدیمہ اورالرسالہ الجدیدہ کی تعبیر اختیار کی ۔تاہم آج ہمارے پاس کتاب الرسالہ الجدیدہ موجود ہے ۔علم اصول فقہ سے اشتغال رکھنے والے فرد کے لیے اس کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔

****

حوالہ جات

(1) القرآن، آل عمران:110

(2) یہ کتاب فقہائے احناف، اور فقہائے عراق کے اجتہادات اور منہج کو سامنے رکھتے ہوئے لکھی گئی اور جہاں امام موصوف کو ضرورت محسوس ہوئی انہوں نے اختلاف رائے کیا تاکہ ان پر حجت ہو جائے جیسا کہ امام محمدؒ نے اہل مدینہ کے رد میں کتاب لکھی اور اس کا نام "الحجۃ علی اہل المدینہ" رکھا اور بعد میں فقہی پختگی اور مسلسل غور و فکر سے نئی چیزیں سامنے آئیں تو بعض آراء و مسائل سے رجوع کر لیا تھا جو "مذہب جدید" کہلائے جس کے لیے کتاب الام ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ڈاکٹر غازیؒ کے بقول "کتاب الحجۃ آج موجود نہیں ہے۔ میں طویل عرصہ سے اس کی تلاش میں ہوں تاکہ کتاب الحجۃ اور کتاب الام کا تقابل کر کے دیکھا جائے کہ امام شافعیؒ کے خیالات میں کہاں کہاں تبدیلی آئی اور اس کے حالات واسباب کیا تھے۔"

محمود احمد غازی، ڈاکٹر، محاضرات فقہ، لاہور، الفیصل ناشران، 2008ء، صفحہ 250

(3) الزحیلی، وھبہ، ڈاکٹر، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دمشق، دار لفکر، س ن، جلد 1، صفحہ 33

(4) الخطیب البغدادی، ابو بکر احمد بن علی، مسئالۃ الاحتجاج بالشافعی، پاکستان المکتبۃالاثریۃ، س ن، جلد 1، صفحہ 54

(5) السمعانی، منصور بن محمد، ابو المظفر، قواطع الادلۃ فی الاصول، بیروت، دار الکتب العلمیۃ،1418ھ، جلد1، صفحہ 456

(6) مناع بن خلیل القطان، تاریخ التشریع الاسلامی، مکتبۃ وھبہ،1422ھ، صفحہ 361

(7) احمد محمد شاکر، مقدمہ کتاب الرسالۃ، مصر، مکتبۃ الحلبی،1358ھ، صفحہ 11

(8) محمود احمد غازی،ڈاکٹر، محاضرات فقہ،لاہور، الفیصل ناشران،2008ء صفحہ 71،70

(9) الخطیب البغدادی، ابو بکر احمد بن علی، تاریخ بغداد، بیروت، دار الغرب الاسلامی،1422ھ، جلد16، صفحہ 359

(10) محمود احمد غازی، قواعد کلیہ اور ان کا آغاز وارتقاء، اسلام آباد، شریعۃ اکیڈمی بین الاقوامی یونیورسٹی،1992ء صفحہ 38

(11) تفصیل کے لیے دیکھیے۔ محمد صدقی،ڈاکٹر، الوجیز فی ایضاح قواعد الفقۃ الکلیۃ، بیروت، موسسۃ الرسالۃ،1416ھ، جلد1، صفحہ 45 تا 50

(12) عبد الکریم زیدان،ڈاکٹر، المدخل للدراسۃ الشریعۃ الاسلامیۃ، اسکندریہ، دار عمر بن الخطاب، س ن، صفحہ 158

(13) ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے جو محاضرات فقہ، صفحہ 74 ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

(14) الجیزانی، محمد بن حسین، معالم اصول الفقہ عند اہل السنۃ والجماعۃ، دار ابن جوزی،1417ھ، صفحہ 47

(15) ابن خلکان، احمد بن محمد، شمس الدین، وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، بیروت، دار صادر، 1971ء، جلد4، صفحہ 165

(16) ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، مجموع الفتاوی، دار الوفاء،1426ھ، جلد20، صفحہ 403

(17) الزرکشی، محمد بن عبد اللہ، بدر الدین، البحر المیط فی اصول الفقہ، دار الکتبی،1414ھ، جلد1، صفحہ 18

(18) ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد، دیوان المبتدا والخبر فی تاریخ العرب والبربر ومن عاصرھم من ذوی الشان الاکبر، بیروت ، دار الفکر،1408ھ، جلد1، صفحہ 576

(19) ابو ذر، احمد بن ابراہیم، کنوز الذھب فی تاریخ حلب، حلب، دار القلم،1417ھ، جلد2، صفحہ 79

(20) السیوطی، جلال الدین، عبد الرحمن، اتمام الدرایۃ لقراء النقایۃ، دار الکتب العلمیۃ،1405ھ، صفحہ 65

(21) العلموی، عبد الباسط بن موسی، العقد التلید فی اختصار الدر النضید، مکتبۃ الثقافۃ الدینیہ،1414ھ، صفحہ 213

(22) محمود احمد غازی،ڈاکٹر، محاضرات فقہ، صفحہ 71،70

(23) ڈاکٹر محمد بن حسین بن حسن الجیزانی جو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں اصول فقہ کے استاذ ہیں انہوں نے اہل سنت والجماعت کے نزدیک علم اصول فقہ کے تین اہم مراحل پر مفصل بحث کی ہے جو ان کی کتاب "معالم اصول الفقہ" میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

(24) الجیزانی، معالم اصول الفقہ، صفحہ 24 تا 29

(25) عجیب اتفاق ہے کہ دونوں نے ایک ہی سال میں وفات پائی۔

(26) اس کتاب کے بارے میں بعض اہل نے لکھاہے کہ یہ ایسی شاندار کتاب ہے کہ جس کی قیمت پوری دنیا کے مساوی ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ کیجئے،الحافظ ابن عبد البر يوسف بن عبد الله، فإنه ألف كتابًا قيّمًا يساوي الدنيا، اسمه جامع بيان العلم وفضله (مقبل بن هادى،ابو عبدالرحمن،المقترح فى اجوبة بعض اسئلة المصطلح،اليمن،دار الاثار للنشر والتوزيع،1425ھ،صفحہ11)

(27) ابن خلدون، مقدمہ،، جلد 1، صفحہ 577

(28) ابن خلدون، مقدمہ، جلد 1، صفحہ 576

(29) الجیزانی، معالم اصول الفقہ، عند اہل السنۃ والجماعت، صفحہ 30 تا 55

(30) اس کی تفصیل سید ابو الحسن علی ندویؒ کی کتاب "تاریخ دعوت وعزیمت "ناشر مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنو، 2005ء کے صفحہ 189 تا 312 پر اور ابن قیمؒ کے کام کو مذکورہ کتاب کے صفحہ 348 تا 365 پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

(31) الجیزانی، معالم اصول الفقہ عند اہل السنۃ والجماعت، صفحہ 36 تا 40

(32) محمود احمد غازی، ڈاکٹر، محاضرات فقہ، صفحہ 71

(33) احمد محمد شاکر، مقدمہ کتاب الرسالۃ، صفحہ 31

(34) محمد ابن ادریس الشافعی، الرسالۃ، مصر، مکتبۃ الحلبی، 1358ھ، جلد 1، صفحہ 34

(35) ایضاً، جلد 7، صفحہ 273

(36) محمد ابن ادریس الشافعی، الرسالۃ،، جلد 1، صفحہ 21

(37) ایضاً جلد 1، صفحہ 21

(38) ایضاً، جلد 1، صفحہ 21

(39) محمد ابن ادریس الشافعی، الرسالۃ، جلد 1، صفحہ 471

(40) امام شافعیؒ کے ہاں اجتہاد اور قیاس کا ایک ہی مفہوم ہے چنانچہ لکھتے ہیں: هما اسمان لمعنیً واحد (کتاب الرسالہ، صفحہ 476)

(41) ایضاً جلد 1، صفحہ 21

(42) القرآن، محمد: 31

(43) القرآن، البقرۃ: 150

(44) محمد ابن ادریس الشافعی، الرسالۃ، جلد 1، صفحہ 21

(45) القرآن، الانعام: 97

(46) القرآن، النحل: 16

(47) محمد ابن ادریس الشافعی، الرسالۃ، جلد 1، صفحہ 21

(48) ایضاً، جلد 1، صفحہ 34

(49) ایضاً، جلد 1، صفحہ 34

(50) ایضاً، جلد 1، صفحہ 34

(51) القرآن، البقرۃ: 196

(52) القرآن، الاعراف: 142

(53) محمد ابن ادریس الشافعی، الرسالۃ، جلد 1، صفحہ 26

(54) القرآن، البقرۃ:150

(55) محمد ابن ادریس الشافعی، الرسالۃ،، جلد 1، صفحہ 213 تا 216

(56) ایضاً، جلد 1، صفحہ 112